(کہانی کا روپ) BA Part-II

عبدالرحیم کی اسٹال

(احمد یوسف) ①

عبدالرحیم مالک عبدالرحیم کی اسٹال کو قبرستان پہنچاتے وقت نظروں کے آگے عجیب سا نقشہ کھنچ گیا۔ یہ بڑی ہی حسرت انگیز مسئلہ ہے کہ جب کسی شخص کو قبرستان پہنچانے کی نوبت آتی ہے تو ہر شخص کے جذبات منجمد سے ہو جاتے ہیں اور ہر شخص موت کے ڈراونا بار کو اپنے ہی کاندھوں پر محسوس کرنے لگتا ہے۔

عبدالرحیم مالک عبدالرحیم کی اسٹال آج مر گیا۔ ہم اسے منوں مٹی کے نیچے دبا کر آ رہے ہیں قبرستان کی تنہائیوں میں چھوڑ کر چلے جا رہے ہیں۔ گویا ایک داستان ختم ہوئی۔ ایک تاریخی کڑی ٹوٹ گئی۔ لیکن ہمارے اور اس کے درمیان جو ایک رشتہ تھا جو محبت تھی اس کی بھی تو ایک داستان ہے۔ اس کی بھی تو ایک تاریخ ہے اور بھی تو ہمیں دل کی تنہائیوں میں دبی پڑی ہے۔

"بھیا سرکار سے کہو کہ وہ عبدل قلعی گر والی دکان دلوا دو۔ بہت دنوں سے خالی پڑی ہے ــــ"

نورے قد کا عبدالرحیم عرف عبدالرحیم تھا اور "عبدالرحیم کی اسٹال" ہنوز معرض وجود میں نہیں آیا تھا۔ دادا جان کے دامن عاطفت میں وہ تھا پینتیس برس کی عمر آ گئی تھی۔ دماغ کا تھا ذرا اکھڑا ہوا لیکن جوانی کا یہ عالم تھا کہ تنا کر چلتا ہی گرے بیٹی کے دن تک سکتے تھا ــ جتنے کے دن اسے جچتا تھا۔ رنگ ایک گھلنے میں اسے اب ایک ہی کا عادی تھا۔

ایک بار ہم لوگوں نے اس سے پوچھا۔ یار عبدالرحیم یہ بتاؤ کہ تم ہم لوگوں سے کتنے بڑے ہو گے۔ اس بات پر عبدالرحیم نے اس قدر بے تحاشہ قہقہہ لگایا کہ جان پڑتا تھا کہ چھتیں اڑ جائیں گے۔

ہم رگ بار ہوچھ کر بولے "بھائی اپنی ہنسی بند کرو۔ اگر دادا جان نے سن لیا تو تمہارے ساتھ ہماری بھی شامت آ جائے گی۔" اور ذرا دم لے کر بولا "بھیا کی بات" تو جب یہ طوفان تھما تو عبدالرحیم نے یہ انکشاف کیا کہ ہماری اور ان کی عمر میں کوئی تیس پچیس سال کا فرق ہوگا۔

اور یہ واقعہ تھا کہ عبدالرحیم نے ہم سبھوں کو گود میں کھلایا تھا۔ اور ہم میں جو سب سے بڑا تھا اس کی عمر بھی عبدالرحیم کے لڑکے عبدالکریم سے کسی حال میں زیادہ نہ تھی۔ لیکن اس کے باوجود عبدالرحیم والد کے ہاتھوں کچھ اس قدر مجبور تھا کہ ہم لڑکوں کا بچوں میں شامل ہونے میں کوئی عیب نہیں محسوس کرتا تھا۔

"یار تم جھوٹ بولتے ہو۔ بس دو چار سال ہم لوگوں سے بڑا ہوگا۔ ابھی تمہاری عمر ہی کیا ہے اور ہم میں سے کوئی بول اٹھا " تو بڈھے ہوا ہی"

اور یکایک عبدالرحیم جو کچھ دیر پہلے گل و گلزار دکھائی دیتا تھا۔ سراپا آتش نمرود بن کر بولا "بڈھے تم ہو۔ آئے ہیں مجھے بڈھا کہنے۔ تمہارے سن کا میرا بیٹا ہے اور اللہ نے چاہا تو بس دو چار مہینے

میں دادا بھی بن جاؤں گا۔ اور یہ کہتے ہی آگ سرد پڑ گئی۔ وہ اپنے بے تکلم اور جان لیوا مسکراہٹوں کے ساتھ ہم سبھوں کو گھورنے لگا۔ "ارے لڑکے دیکھا"

ہم نے کہا "اور کیا تم تو اس بارننگ جماتے ہو جیسے ہم تمہارے نوکر ہیں۔ اور اس پھیلی ہوئی مسکراہٹ نے جلد ہی مختلف قہقہوں کا روپ دھار لیا۔ "بھیا کی بات۔ ارے تو میں ہوں۔ اور اس نے ہم سب روٹھے ہوئے دوستوں کو گدگدا کر ہنسانے کی کوشش شروع کر دی۔ بالآخر ہم سب مان گئے۔ دراصل ہم سب اس کی مسکراہٹ کے اس دلفریب جادوئی انداز سے بخوبی واقف تھے۔ لیکن وقتاً فوقتاً اس کی شرارت کو تازیانہ لگاتے ہوئے بھی بعد ضروری تصور کرتے تھے۔ وہ ہمارے ذرا قریب آگیا۔ بولا "بیچ جاؤ کل ہی کی رات عبدالکریم کی ماں کہہ رہی تھی کہ بہو کے پیر بھاری ہیں۔

اور ہم نے کہا۔ یار عبدالرحیم تو پھر ہماری دعوت۔ اور وہ بیچ میں بول اٹھا جلد بازی ہی نہیں۔ ابھی ہونے دو۔ یہ بہو چھوٹی بنائے گی تو مجھ سے دھوم سے میلاد شریف کریں گے۔ اور ہم میں سے کسی نے کہا۔ کون جینتا ہے دیکھو بھیا ہر وقت کی شاعری اچھی نہیں لگتی۔ کون جیتا ہے۔ کون جیتا ہے۔ جیسے بڑی عمر ہی تو ہوگی ان کی۔ مگر یہ تم شعر کب سے سمجھنے لگے۔ "شعر تو ہم نے جتنے سنے ہیں۔ تم نے بھی نہیں سنے ہوں گے۔ آج سے بیس سال پہلے جو تھیٹر دیکھا کرتے تھے ——— ہائے ہائے کیا بھڑک دار شعر پڑھا کرتا تھا ماسٹر نثار۔ وہ زہریلی ناگن والا شعر تو اب بھی دماغ میں گونج رہا ہے۔

ہم نے بڑے اشتیاق لہجے میں کہا۔ کون سا شعر تھا۔ سناؤ ذرا ہمیں بھی۔

کچھ دیر ذہن پر زور دینے کے بعد وہ بول پڑا۔ ہاں یاد آگیا۔ عبدالرحیم نے خاص تھیٹریکل انداز میں شروع کیا۔ قصہ یہ تھا جیسا۔

ہم لوگوں نے اسے ٹوکتے ہوئے کہا۔ دیکھو یار مختصر بیان کرو۔ اگر تم نے مع حواشی سے کام لیا تو ہم اٹھ جائیں گے۔ اس کا مطلب شاید زبان کو عبدالرحیم نہیں سمجھ پایا ورنہ اپنے مشغلہ پر لعان ہونے میں کچھ دیر لگتی۔

"خیر سنو بس دو ہی لفظ میں کہہ دیتا ہوں کہ ماسٹر نثار کا بیٹا۔ یاد نہیں آرہا ہے۔ کہ ڈرامے میں اس کا نام تھا۔ ایک بہت ہی زہریلی ناگن سے محبت کرنے لگتا ہے۔ باپ یعنی ماسٹر نثار کو جب یہ خبر ہوتی ہے تو بیٹے کو پیار سے ڈانٹ کر بیٹیوں کی محبت کا انجام بتاتا ہے۔

"مت کرنا خاک عشق و الفت پر
اس میں لاکھوں ہوئے ہیں خانہ خراب
بیٹھ پڑتی ہے دکان ایک طرف
مل گیا خاک میں حساب کتاب

عبدالرحیم ٹی سٹال

اب تو بھیا کچھ یاد نہیں رہتا۔ جوانی میں تو فقیر کی پوری پوری بول چال یاد ہو جاتی تھی۔ ایسے اتنا بتاؤں تمہیں "سلطانہ ڈاکو" "دو منکی کا بیل" کی پوری کہانی رٹی ہوئی تھی۔ اب تو بس دل ہی اکتا گیا ہے۔ یہ کہتا ہوا وہ خیالوں میں گم ہو گیا۔ وہ بیڑی سلگا کر اپنی کوٹھڑی میں جا بیٹھا۔ لیکن ہم وہاں بھی جا دھمکے۔ اور وہ جیسے اپنے ... عبدالرحیم تنگ آ کر کہا "میرے باپ یہاں سے جاؤ۔ پیچھا چھوڑو۔ اللہ غریب عبدالرحیم کے حال پہ کیوں پڑے ہو"۔

لیکن ہم اس بات پر تل گئے عبدالرحیم سے اس کی بپتا سن کر ہی ٹلیں گے۔ آخر کوئی تو ایسا مسئلہ ہوگا جس نے عبدالرحیم جیسے غیر سنجیدہ کو سنجیدہ بنا دیا۔

اور بالآخر عبدالرحیم نے بیڑی سلگاتے ہوئے کہا "کیا کہیں بھیا اس لونڈے نے بہت پریشان کر رکھا ہے۔ بیس سال کا ہونے کو ہے۔ کچھ دن میں باپ ہو جائے گا۔ لیکن سوائے جوا کھیلنے اور آوارہ گردی کرنے کے دوسرا کوئی کام نہیں ہے۔ رشید خان کی دکان پر بیڑی بنانے بٹھا دیا تھا۔ میں نے کہہ دیا تھا کہ رشید خان، عبدالکریم میرا بیٹا ہے تو تمہارا بھتیجا ہے۔ اسے کسی کام کا بنا دو۔ مہینے بھر بعد رشید خان نے آ کر یہ خبر دی کہ اس مردود کو آدھی پتی کا بھی بس کا روگ نہیں ہے۔ کسی نہ کسی طرح سو سوا سو بیڑی بنا لیتا ہے اور پھر بہانے بنا کر بھاگ کھڑا ہوتا ہے۔ پھر کچھ دن کریم لال کا رکشا دلوایا۔ لیکن اس بیہودے نے مالک کی رقم نہیں دی اور وہ بھی چھن گیا۔ جس کو جوئے کی لت پڑ گئی ہو بھیا وہ کوئی دوسرا کام کر ہی نہیں سکتا ہے۔ اتنی عمر ہونے کو آئی لیکن ہم نے کبھی جوئے کو ہاتھ نہیں لگایا۔ سگریٹ بھی نہیں پی۔ ایسے لوگوں کی یہ سب سنگت کی بات ہوتی ہے۔ اور سنگت کیا بھیا۔ اصل تو یہ ہماری قسمت کی بات ہے۔ اپنا ہی کھوٹا سکہ تو دوسروں پر الزام کیوں دھرا جائے۔

عبدالرحیم کو اتنے سنجیدہ مسائل پر گفتگو کرتے دیکھ کر ہم حیرت میں ڈوب گئے۔ تصویر کے کئی رخ ہوتے ہیں۔ لیکن ہم نے اپنے لڑکپن میں تصویر کا صرف ایک ہی رخ دیکھا تھا۔

اور سچ پوچھو تو بھیا ہمیں اپنی قسمت پر ترس آتا ہے۔ کہ ہم جائیں جہنم میں لیکن اس بے چارے کا کیا ہوگا؟ لیکن یار تمہارا بچہ سلامت رہے غم کس بات کا ہے۔ اور ہم میں سے کسی نے کہا "ابھی عیدی بھی نہیں خریدا ہے" ارے بھیا۔ جوان اولاد کو مارنا مناسب نہیں ہے۔

اور ہم جب گہری سوچ میں پڑ گئے تو یکایک عبدالرحیم نے اپنے بے ڈھنگے قہقہوں سے محفل کے خاموش نظام کو درہم برہم کر ڈالا۔ "ارے کیا سوچ رہے ہو تم لوگ"

تو ہمیں دادا جان کی بھاری بھرکم [illegible] کی آواز جیسے خطرے کی گھنٹی بجا دی۔ اور عبدالرحیم نے کہا

"بھاگ جاؤ بھاگ جاؤ۔ آ رہے ہیں۔"

مگر اتنے عرصے میں دادا جان سر پر آ چکے تھے۔

"عبدالرحیم تم تو ٹھٹے کر رہے تھے بھائی۔ تکلیف ان بچوں کی عاقبت کیوں خراب کر رہے ہو۔"

ہم نے کہا۔ دادا جان یہ عبدالرحیم بے چارا عبدالکریم کے ہاتھوں نالاں ۔۔۔۔ اور ابھی ہم جملہ ختم بھی نہیں کر پائے تھے کہ دادا جان بول اٹھے۔ اور ہم اس کے ہاتھوں نالاں ہیں۔ گھنٹہ بھر سے حقے کا انتظار کر رہے ہیں لیکن یہ حرام خور یہاں بیٹھا یوں ہی کھیل رہا ہے۔ لہٰذا عبدالرحیم سر جھکائے کمرے سے باہر چلا گیا۔

پھر خبر ملی کہ دوسرے دن جب دادا جان نے والد صاحب سے پوچھا کہ میاں ان لوگوں کی قوم پڑھتی لکھتی کب ہے۔ میں نے تو ہمیشہ عبدالرحیم سے گپ کرتے پایا۔ تو انہوں نے جواب دیا۔ "ابھی تو ان کے امتحان ختم ہوئے ہیں تو کھیلنے کے دن ہیں۔ عبدالرحیم تو ہمارے بچوں کا کھلونا ہے۔"

اور گو یہ بات ہمیں ناگوار گزری کہ ہم جو آٹھویں نویں اور دسویں اور گیارہویں جماعت میں پڑھتے ہیں ہمیں اتنا نادان سمجھا گیا کہ گویا ابھی تک ہمارے کھلونا کھیلنے کے دن ہیں۔ لیکن جب ہم نے ٹھنڈے دل سے اس پر غور کیا تو پتہ چلا کہ عبدالرحیم تو واقعی ہمارے لئے کھلونا ہے۔ یہ گوشت پوست کا کھلونا ہنستا ہے بولتا ہے اور روتا ہے۔ روتا اس لئے ہے کہ اس کے سینے میں بھی ایک دل ہے۔ اور ہم میں سے ہر شخص نے یہ محسوس کیا ہے کہ عبدالکریم کے یہی حال رہا تو یہ ہنستا بولتا کھلونا بننے کے لئے مجبور رہ جائے گا۔

دادا جان کا رکھنے والا ملازم دونوں میں سے جانا گیا ہوا تھا۔ ہم لوگوں نے سوچا عبدالکریم تو اچھا خاصہ ڈکٹیٹر بنا بیٹھا ہے۔

ہم میں سے کسی نے کہا کہ دادا جان آج کل قوم سے بہت بدظن ہیں۔ اگر کل کی ایسی ویسی بات ہو گی تو ۔۔۔۔

جب ہم نے عبدالرحیم کے سامنے یہ تجویز رکھی تو اس نے اپنے بے ڈھنگے قہقہوں سے قوم کے اس سنجیدہ فیصلے کا مذاق اڑانا چاہا۔ اس پر ہم لوگوں نے احتجاج بلند کیا کہ ہم تو تمہارے بھلے کے لئے عبدالکریم جیسے نالائق کو اچھی سی آسامی پر بحال کرانا چاہتے ہیں اور تم اس احسان کا مذاق اڑاتے ہو۔ جاؤ ہم نہیں کہتے۔

عبدالرحیم نے ہوا کا رخ پہچانتے ہوئے کہا۔ بھئی یا کی بات۔ جیسا چاہو تم لوگ کرو۔

ہم نے کہا۔ پھر اگر دادا جان تم سے کچھ پوچھیں تو ہاں کہہ دینا۔

دادا جان عبدالرحیم حرام خور کے متعلق ہی کچھ سوچ رہے تھے۔

غرض کہ ایک دن سہمے ہوئے لہجے میں کہا "دادا جان وہ عبدالرحیم کا بیٹا ~~عبدالکریم~~ عبدالکریم۔

اولاد

اور دادا جان نے گرجتے ہوئے کہا کیا ہوا اس حرام خور کی [illegible] کو۔ بعد میں نے کہا کے ملازم ہے ایک عرصہ سے

دادا جان نے کھنکھارتے ہوئے کہا

"مرد بیکار یا شود دزد یا شود بیمار"

غرض کہ نہ وہ دزد ہے نہ بیمار۔ ہاں حواری ضرور ہے۔ لعدمی الحال بے چارے عبدالرحیم کے بڑا شفقت مسئلہ بن گیا کہنے لگے تم لوگ اس حرام خور کو بے چارہ کہتے ہو۔ صبح سویرے سے کہہ رہا ہوں کہ جمعہ کا دن ہے حجام کو بلا لاؤ۔ لیکن کم بخت میرے معمولات کو جانتے ہوئے بھی ہمیشہ اپنے کاموں میں کوتاہی کرتا ہے۔

لیکن وہ تو کب کا جا چکا ہے دادا جان۔ ہم میں سے کسی نے عبدالرحیم کی خاطر جھوٹ بولا۔

تو پھر کیا کریں ہم اس عبدالکریم کے سر۔ وہ رکشہ چلا رہا ہے دادا جان۔

تو گویا ہم اسے رکھ کر ایک اور مصیبت مول لیں۔ یہ ہرگز نہیں ہو سکتا بھائی۔ تم لوگ پڑھو لکھو۔ یہ کیا ہر گھڑی اس حرام خور کی رفاقت کا دم بھرتے ہو۔

اور وفد اپنا سا منہ لے کر واپس ہو گیا۔ اس بات کا ہمیں شدید احساس تھا کہ ہم عبدالرحیم کے لڑکے عبدالکریم کی وکالت مناسب الفاظ میں نہیں کر سکے ورنہ کوئی وجہ نہیں تھی کہ دادا جان ہم جیسے لوگوں کی سفارش ٹھکرا دیتے۔

لیکن ہوا وہی جیسا ہم نے چاہا تھا یعنی جناب عبدالرحیم کے نا خلف صاحبزادے عبدالکریم دوسرے دن ڈیوٹی پر تھے۔ ہم نے جب اپنی اس عظیم فتح کی خبر سنائی تو عبدالرحیم نے ہنستے ہوئے کہا۔

سرکار نے رات ہی کہہ دیا تھا کہ سویرے سے اس حرام خور کی اولاد کو رکھنے کے لئے بھیج دینا

اور عبدالرحیم نے رازدارانہ لہجے میں یہ انکشاف کیا کہ اوپر سے جتنے سخت ہیں اندر سے اتنے ہی نرم ہیں۔

عبدالکریم کے جوہر جلد ہی کھل گئے۔ دادا جان دس ساڑھے دس بجے کچہری جاتے تھے

دو چار دن تو عبدالکریم نے اس پابندی کا پورا پورا خیال کیا۔ پھر جس کے پیر میں کبھی بیڑی نہ پڑی ہو وہ قید و بند کی ان تکلیفوں کو کب تک برداشت کر سکتا تھا۔ عبدالکریم گیارہ ساڑھے گیارہ بجے آنے لگا۔

دادا جان کی ڈانٹ سنتا لیکن وہ تو اس حکم کا گویا تھا کہ اس پر ان باتوں کا کوئی رعب ہی پڑتا نہیں تھا۔ مصیبت تو ہم لوگوں کی تھی کہ شام کو اسکول سے آئے پھر جب دادا جان سے ہماری ملاقات ہوتی تو وہ یہ ضرور کہتے دیکھ لیا اس حرام خور کی اولاد کی سفارش کا نتیجہ۔ اور پھر تفصیل وار یہ بتاتے کہ کچہری دیر سے پہنچنے پر کن کن کاموں کا نقصان ہوا۔

عبدالرحیم بہت نادم تھا۔ ہم لوگوں سے پیار کرتا تھا۔ بھیا ہم لوگوں نے خواہ مخواہ اس بیہودے کی سفارش کی۔ وہ سور اس لائق کب ہے کہ شریفوں کے یہاں نوکری کرے۔ میں تو مارے شرم کے آنکھیں نہیں ملا سکتا ہوں۔

خیریت گذری کہ یہ سلسلہ جلد ہی منقطع ہو گیا۔ کیونکہ ایک دن عبدالکریم نے دادا جان سے کچھ پیسے مانگے تو انہوں نے یہ کہہ کر ٹال دیا کہ پیسے میں عبدالرحیم کے ہاتھوں دے دوں گا۔ معلوم ہوا کہ عبدالرحیم نے دادا جان سے یہ درخواست کی تھی کہ اس کے پیسے اس کے ہاتھ میں کبھی نہ دیجئے گا۔ سارے رقم جوے میں ہار جائے گا۔ لیکن عبدالکریم کو یہ بات ایسی جان پڑی کہ جیسے کسی نے اسکے محنت پر چھاپا مار دیا ہو۔ اور یوں عبدالکریم صاحب رخصت ہوگئے بعد ہم لوگوں نے اطمینان کی سانس لی۔

عبدالرحیم اس رات بہت خوش تھا۔ کہنے لگا "بھیا آج کل بڑی مستی ہوگئی اتنے دن وہ لونڈا رہا تو ہم نے پینا چھوڑ دیا تھا کہ کہیں سرکار کو خبر مل گئی تو لونڈے کا غصہ ہم پر نکالے گا" اور اس بات پر عبدالرحیم نے ایک فلک شگاف قہقہہ لگاتے ہوئے کہا "بھیا زندگی یہی ہے کہ کھاؤ پیو اور موج کرو اور پھر مر جاؤ۔ اس کے علاوہ دنیا میں رکھا کیا ہے۔"

اور ہم میں سے کسی نے کہا کہ عبدالرحیم ہم لوگوں کے سامنے تو بے وقوف بنتا ہے لیکن دراصل بہت قابل ہے۔ دیکھو کیسی فلسفیانہ باتیں کرتا ہے۔ اس پر عبدالرحیم نے ایک بلند قہقہہ لگاتے ہوئے کہا۔ "بھیا کی بات۔ بھیا کی بات"

اس واقعے کو کچھ ہی دن گذرے ہوں گے کہ عبدالرحیم دادا جان کے سخت عتاب میں آ گیا۔ ہوا یہ کہ چھوٹے بچوں کا گروپ جو گھر میں "لی ٹیم" کی حیثیت رکھتا تھا بعد نماز ظہر تازہ عبدالرحیم صحن میں داخل ہوا تھا عبدالرحیم کے ساتھ چھت پر تفریح کر رہا تھا۔ انہیں دنوں عبدالرحیم نے قوم کے خرچ سے ایک پرانی مار دھاڑ والی فلم دیکھی تھی۔ جس کی کہانی بڑے دلوں کے ساتھ بچوں کو سنا رہا تھا۔ جب وہ اس مقام پر پہنچا کہ ہیرو ایک اونچے پہاڑ سے کود کر بھاگ کھڑا ہوتا ہے کہ ویلن ٹیم کے ایک جیالے نے اس کی غیرت کو للکارا کہ وہ تو پہاڑ سے کود گیا۔ تم اس معمولی چھت سے کود جاؤ تو ہم تمہارا کمال جانیں۔ اس بات پر عبدالرحیم نے ایک قہقہہ بلند کیا بعد بالکل مدد کر کے چھت سے کود گیا۔ اور اپنا ہاتھ تڑوا بیٹھا۔ اسی وقت دادا جان کی آمد ہوئی لیکن عبدالرحیم کو چھٹی مل چکی تھی —

Ahmad yusaf (احمد یوسف)

عبدالرحیم کی اسپتال

④

ہم لوگ اس دن بہت اُداس ہوئے۔ عبدالرحیم کی کوٹھڑی کا حال بُرا تھا اس کے ایک دو کپڑے الگنی پر لٹک رہے تھے لیکن وہ نہیں تھا۔ یہ معاملہ ہی اتنا سنگین تھا کہ اول تو ہم سفارش کرنے کی ہمت نہیں کرتے لیکن اگر سفارش کی بھی جاتی تو یقینی صدا بہ صحرا ہو جاتی۔ "بی ایم" کا ایک اشارہ ڈھونڈتے ڈھونڈتے رہ گیا۔

کئی دن کے بعد دادا جان کو کچھ تکلیف ہوئی تو انہوں نے دریافت کیا کہ حرام خور آج کل کہاں ہے؟ قوم نے جواب دیا۔ دادا جان وہ سوائے ہسپتال کے رہ بھی کہاں سکتا ہے۔

کہنے لگے انتہائی احمق ہے۔ بڑھاپے کا تکلیف بچوں کے ساتھ یوں گھل مل جاتا ہے جیسے انہیں کی عمر کا ہو۔ دیکھو اگر کہیں کام لگتا ہو تو۔۔۔

آگے کی بات دادا جان نے ہماری ذہانت آزمانے کے لئے چھوڑ دی

شام تک عبدالرحیم ہماری محفل میں واپس آ چکا تھا۔ لیکن اس بار وہ کافی سنجیدہ دکھائی دے رہا تھا۔ قوم نے جب کرید کیا دیں تو عبدالرحیم نے یہ انکشاف کیا کہ بیوی نے کہا ہے کہ یا تو مجھے میکے چلتا کیجئے یا اپنے واسطے کوئی کام پر لگائیے گو بیوی ہے بے چاری۔ کچھ اس کا بھی خرچ ہوگا کیا کروں بھیا۔ اب تم ہی لوگ کوئی رائے دو۔

رات کے وقت جب وہ دادا جان کا حقہ بھر گیا تو انہوں نے سنبھل کر کہا۔ ارے بھائی عبدالرحیم اب تو کچھ آدمی بنو کل کو بچے والے ہو جاؤ گے۔ لیکن بچپن تمہارا ابھی تک نہیں گیا ہے۔

خیر اور عبدالرحیم نے ہنسی دباتے ہوئے کہا۔ اب تو میں نے پیر آدمی بنوں گا سرکار —

خیر تو جب اس نے دکان کھولنے کی اسکیم ہمارے سامنے رکھی تو ہمیں یہ بات کچھ زیادہ پسندیدہ نہیں آئی۔ اور اس کا ہم نے ایسے کئی بار ٹال بھی دیا تھا۔ لیکن عبدالرحیم کا اصرار بڑھتا ہی جاتا تھا۔ دراصل عبدالرحیم کی منشیت پر بقول اس کے اس کی بے زبان بیوی تھی۔ بعد بے زبان کی آہ لینا اس کے مسلک سے حرام تھا ہم بھی دیکھتے کہ عبدالرحیم کو اگر ہم نے دکان نہ دلوائی تو بھی وہ کسی ایسے کام و ہنر کی تلاش شروع کر دے گا جس میں عبدالکریم جیسی سعادت مند اولاد بھی اس کی شریک ہو۔

قوم کو یہ بات بار عظیم الہم سر کر باقی۔

دادا جان نے کچھ سوچا ہو کہا یہ چلا جائے گا تو یہاں کام کون کرے گا۔ اور یہ الب آدمی روزگار کیا کرے گا مگر یہ نمک تو دے گا نہیں۔ تم لوگ بھی دن رات کی سفارش میں لگے رہتے ہو۔ ~~[illegible]~~

لیکن جب ہم نے پہلی تاریخ کو عبدالرحیم کے ہاتھ میں دکان کی کنجی دیکھی تو ہم نے سوچا عبدالرحیم نے دادا جان کے متعلق ٹھیک بات کہی تھی۔

عبدالرحیم ہم لوگوں کو تشکر گذار آنکھوں سے دیکھ رہا تھا جیسے کہہ رہا ہو۔ تم دوست تو ہو پر کنجی کیسے ملی۔ بعد جب ہم نے اسے مبارکباد پیش کی تو عبدالرحیم نے ایک زوردار قہقہہ لگانے کے بعد کہا۔ بھیا نام کس طرح کے رہو۔ اب ایک اچھا سا نام نکال دو دکان کا۔

اور ہم سخت حیرت میں تھے کہ عبدالرحیم حرام خور راتوں رات کاروبار کے گُر کہاں سے سیکھ آیا۔
ہم لوگوں نے آپس میں مشورہ کیا اور ایک فیصلے سے دکان کا نام "عبدالرحیم کی اسٹال" رکھ دیا تو اس انگریزی نام پر عبدالرحیم بہت خوش ہو گیا۔

عبدالرحیم بڑا ہی ہوشیار ثابت ہوا۔ چار بجے صبح اس کی دکان سے کوئلہ توڑنے کی آواز سنائی دیتی۔ اور جب وہ کوئلہ چولہے میں ڈال کر آگ روشن کر دیتا تو اسی سناٹے میں اس کی طبیعت بے قابو ہو جاتی اور یکایک بڑی زوردار قوالی "محمد حشر کے میدان میں دولہا بن کے نکلیں گے" ہم میں سے کوئی بول اٹھتا آ گیا حرام خور قوالی کی اولاد۔ لیکن دوسرا اسے ڈانٹتے ہوئے کہتا۔ اپنا دوست ہے لوگوں سویرے سویرے گالیاں دے رہے ہو۔ اور وہ جواب دیتا۔ "اپنا دوست فی الحال تو دشمنی برت رہا ہے۔"
اور جب چائے تیار ہو جاتی تو عبدالرحیم دکان ہی سے ہانک لگاتا۔ بھیا چائے تیار ہے۔ لیکن ہم لوگوں کو اچھی طرح معلوم تھا کہ ہم نے زندگی میں کبھی بھی صبح کی پہلی کرن کا نظارہ حاصل نہیں کیا تھا۔ لیکن یہ حقیقت تھی کہ اس کے کوئلہ توڑنے کی آواز اس کی گرج دار قوالی سے زندے تو زندے مردے بھی کفن سے باہر آنے پر مجبور تھے۔

جب ہم کہتے یار عبدالرحیم ہر چند کہ تم کو کئی برس مرحوم زیادہ سے زیادہ بس دو چار ہاتھ آ گئے ہو اور گلے بازی میں ابھی تمہاری گرد کو بھی نہیں پہنچا ہے۔ لیکن میرے بھائی اس محلے میں آدمی رہتے ہیں کوئی شہر خموشاں نہیں۔ خدا کے واسطے ان لوگوں کے دن کا کوئی وقت رکھ لو۔ عبدالرحیم اس طویل مکالمے کا آخری حصہ ہی سمجھ پاتا اور قہقہے بلند کرتا ہوا نکل جاتا۔
"بھیا کی بات۔ محلے والے تو خوش ہیں کہ عبدالرحیم کی وجہ سے محلے میں اندھیرے منہ رونق آ جاتی ہے۔"
اب اس سارے عالم کا ہمارے پاس کیا جواب تھا۔
پھر بیوی کے ولادت ہوئی ہم لوگوں نے دعوتیں اڑائیں۔ لیکن عبدالرحیم کے وہی مشغلے تھے۔